۶۱

سورۃ فاتحہ میں کامیابی کا گُر

(فرمودہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

سورۃ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ کامیابی چار باتوں پر منحصر ہے ان میں سے دو باتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہیں اور دو ایسی ہیں جن میں سے آدھی تو بندے کے سپرد کی ہیں اور آدھی اپنے ہاتھ میں رکھی ہیں گویا ایک لحاظ سے چاروں باتیں خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہیں اور ایک لحاظ سے چار اپنے ذمہ اور دو بندے کے ہاتھ میں رکھی ہیں۔ پہلی چیز جو کامیابی کے لئے ضروری ہے یہ ہے کہ انسان کے اندر وہ قابلیتیں موجود ہوں جو کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ[1] یعنی ہر چیز کو نشوونما دیکر ترقی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے گویا کامیابی کے لئے جو پہلی چیز ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو دی ہوئی ہے کیونکہ ہم رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہیں۔ اور ہر چیز جسے ہم نے پیدا کیا ہے اس کی قابلیتیں بھی اس کے ساتھ دی ہیں۔

کامیابی کے لئے دوسری چیز یہ ضروری ہوتی ہے کہ انسان کے پاس سامان بھی موجود ہوں۔ ایک اچھا نجار یا اچھا لوہار بغیر اوزاروں کے کام نہیں کرسکتا، عمدہ سے عمدہ اور قابل سے قابل انجینئر بھی چونا اور اینٹ پتھر کے بغیر محل تیار نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم الرَّحْمٰن ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ ترقی کے تمام سامان ہم نے مہیا کر دیئے ہیں بلکہ انسان کی پیدائش سے بھی پہلے مہیا کر دیئے ہیں۔

کامیابی کیلئے تیسری چیز یہ ہے کہ انسان محنت کرے۔ قابلیت بھی ہو' سامان بھی ہوں اور پھر وہ محنت بھی کرے مگر محنت بھی اکیلے کام نہیں دے سکتی جب تک اس کا نتیجہ برآمد نہ ہو۔ انجینئر بھی موجود ہو' اینٹ' چونا وغیرہ سامان بھی موجود ہوں مگر انجینئر کو تنخواہ دینے والا کوئی نہ ہو تو بھی کام نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح لوہار ہو' لوہا ہو مگر اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو خریدنے والا کوئی نہ ہو تو اس کی عقل نہیں ماری ہوئی کہ وہ سارا دن کام کرتا رہے۔ یا پھر زمین ہو' پانی بھی ہو اور زراعت کے تمام انتظامات مکمل ہوں مگر ایک دانہ کے ستر دانے نہ ہوں تو زمیندار کو کیا چٹی پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ گھر سے دانہ نکال کر باہر پھینک آئے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ لوگ کام نتیجہ کے لئے کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلرَّحِیْم یعنی تم محنت کرو مگر محنت چونکہ اُس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو اس لئے نتیجہ ہم نکال دیں گے۔ گویا وہی صورت ہوئی کہ سامان وغیرہ سب اپنے پاس سے دیئے لکھایا' پڑھایا اور پھر فرمایا کہ جاؤ محنت مزدوری تم کرو اور نتیجہ ہم نکال دیں گے یعنی تنخواہ ہم دیں گے۔

چوتھی چیز کامیابی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان جس طرح انفرادی طور پر کوئی کام کرتا ہے اسی طرح قومی طور پر بھی اس کی اعانت کرنے والے ہوں انسان مدنی الطبع ہے یعنی کامیابی کے لئے دوسروں کے تعاون کا محتاج ہے۔ ایک سپاہی کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو اگر اس کے ساتھی ٹھیک نہ ہوں گے تو وہ لڑائی نہیں کرسکتا۔ یا کوئی اچھا تاجر ہو مگر جب تک اسے سہارا دینے والے اور تاجر ملک یا شہر میں نہ ہوں اُس وقت تک وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

غرضیکہ کوئی ایسا پیشہ نہیں جو جتھہ کے بغیر کامیاب ہو سکے یہی وجہ ہے کہ پرانے زمانہ میں لوگ قومی طور پر پیشے اختیار کرتے تھے تا جتّھہ بن سکے۔ ہر کام جو انسان کرتا ہے اس کا ایک ذاتی نتیجہ ہوتا ہے اور ایک قومی اور ذاتی تو خواہ کام کرنے والے کو مل بھی جائے' مگر اس کی کامیابی انتہاء کو نہیں پہنچ سکتی جب تک قومی طور پر اس کا کوئی جتّھہ نہ ہو۔ ایک شخص اگر پڑھتا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرتا ہے۔ اس کا ایک فائدہ تو اس کی ذات کو ہوگا یعنی اسے علم حاصل ہوگا اور پھر تنخواہ بھی ملے گی تو یہ ذاتی فائدہ ہے۔ لیکن ایک فائدہ اسے قومی طور پر ہوگا اور وہ یہ کہ جس قوم کے زیادہ لوگ پڑھ جائیں گے اسے مجموعی طور پر عزت حاصل ہوگی جیسے موجودہ حکومت میں ہندوؤں کو

حاصل ہے۔ گویا ایک ہندو کے تعلیم حاصل کرنے سے ایک تو اس کی ذات کو فائدہ پہنچا اور ایک ہندو قوم کو۔ ایک شخص انجینئری کی تعلیم حاصل کرتا ہے اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ اسے ہزار دو ہزار تنخواہ ملے گی اور ایک یہ کہ اس کی قوم کے سرکاری ملازموں میں اضافہ ہوگا۔ اور جس قوم کی تعداد اس طرح زیادہ ہوگی اس کی آواز کو ایسی توجہ سے سنا جائے گا جس سے اَوروں کی نہیں سنی جاتی۔ تو چوتھی چیز جو کامیابی کے لئے ضروری ہے وہ قومی جتّھہ اور قومی عزت ہے۔ مسلمانوں میں بہت قابل تاجر موجود ہیں لیکن اگر وہ ایسے علاقہ میں چلے جائیں جہاں مسلمانوں میں تجارت کا رواج نہیں تو وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ منڈی میں ہندو تاجر اکٹھے ہو کر بھاؤ گرا دیتے ہیں اور اسے فیل کر دیتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ جتّھہ نہیں ہوتا۔ تو کسی کام کا عارضی نتیجہ تو اپنی ذات کے لئے ہوتا ہے لیکن مستقل قوم کے لئے ہی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ایک بادشاہ گزر رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا ایک ایسا درخت لگا رہا ہے جو بہت دیر میں پھل دینے والا تھا۔ اس نے اسے کہا کہ بوڑھے تُو کیوں وقت ضائع کرتا ہے اس درخت کے تیری زندگی میں پھل دینے کی کوئی توقع نہیں اس لئے تُو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ بوڑھے نے جواب دیا کہ اگر ہمارے باپ دادا بھی یہی خیال کرتے تو ہم آج مختلف پھل کس طرح کھا سکتے انہوں نے درخت لگائے اور ہم نے کھائے اور ہمارے لگائے ہوئے درختوں کے پھل ہماری آئندہ نسلیں کھائیں گی۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور اُس نے کہا زِہ۔ یعنی کیا ہی اچھی بات ہے اور اُس کا وزیر کو حکم تھا کہ جب میں کسی کے متعلق زِہ کہوں اُسے فوراً ایک ہزار اشرفی انعام میں دے دی جائے تو وزیر نے ایک ہزار اشرفی کا توڑا اُس بوڑھے کو دے دیا۔ اُس نے جھٹ بادشاہ سے کہا کہ دیکھ لیا آپ نے۔ لوگوں کے لگائے ہوئے درخت تو مدتوں کے بعد پھل لاتے ہیں مگر میرے درخت نے لگاتے ہی پھل دے دیا۔ بادشاہ نے پھر زِہ کہا وزیر نے دوسرا توڑا بوڑھے کے حوالے کیا۔ بوڑھے نے کہا کہ دوسروں کے درخت تو زیادہ سے زیادہ ایک مرتبہ سال میں پھل دیتے ہیں مگر میرے درخت نے ذرا سی دیر میں دو دفعہ پھل دے دیا۔ بادشاہ نے پھر زِہ کہا وزیر نے تیسرا توڑا بوڑھے کو دیا۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا چلو! یہ بوڑھا تو ہمیں لُوٹ لے گا۔ تو کئی کام ایسے ہوتے ہیں جن کا ذاتی نتیجہ تو تھوڑا ہوتا ہے مگر قومی بہت ہوتا ہے۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن کا فائدہ قوم کو ہی پہنچتا ہے مگر کامیابی کے لئے انہیں کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ ایک سپاہی لڑائی پر جاتا

ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ اگر میں مارا گیا تو مجھے اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اگر ساری دنیا کی بادشاہت بھی اس کی قوم کے ہاتھ میں آ جائے تو اسے کیا فائدہ لیکن پھر بھی قومی مفاد کیلئے اس کا لڑائی پر جانا ضروری ہوتا ہے۔ پھر بعض کام ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے خاص طور پر قومی فائدہ ملحوظ نہیں ہوتا مگر قوم کو بھی اس سے فائدہ پہنچ ضرور جاتا ہے۔ مثلاً ایک مُوجد ہے وہ اس لئے ایجاد کے لئے محنت کرتا ہے کہ عزت حاصل ہو' رُتبہ ملے اور بنی نوع کو فائدہ پہنچے لیکن جب اس کے نام کی شُہرت ہوتی ہے تو ساتھ ہی اس کے ملک اور قوم کی بھی شُہرت ہو جاتی ہے۔

پس ہر کام کے دو انجام ہوتے ہیں ذاتی اور قومی - اور اصل اور حقیقی فائدہ وہی ہے جو قومی ہو۔ اس لئے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ [۲] کے بعد فرمایا۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ. [۳] کیونکہ اصل نتیجہ وہی ہے جو قوم سے تعلق رکھتا ہو اور اسی لئے یہاں مفرد کا نہیں بلکہ جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے اور اس سے یہ بتایا کہ ایسے نتائج جو بہ حیثیت مجموعی نکلتے ہیں وہ بھی ہم نکالتے ہیں مگر ضروری ہے کہ بندہ یقین رکھے۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کا تعلق ایمان سے ہے کیونکہ غیب میں رہنے والی چیز کے لئے عمل نہیں ایمان ہی ہوتا ہے۔ پس دو کام خدا تعالیٰ نے بندے کے رکھے ہیں کہ محنت کرے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا اور چار اپنے بتائے ہیں۔ ربوبیت' رحمانیت' رحیمیت اور صفات کاملہ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں قوم کو بڑھانا اور معزز بنانا۔ لیکن دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو محض اِس وجہ سے ناکام رہتے ہیں کہ اپنی قابلیتوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ بعض اہلِ فن خود اپنے پیشوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ایک وکیل کبھی یہ بات نہیں کہے گا کہ مجھ سے قابلیت میں کوئی بڑھا ہوا ہے وہ یہی کہے گا کہ قسمت کی بات ہے فلاں کو روپیہ زیادہ مل گیا لیکن قابلیت میں وہ میرا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض قومیں ایسی بھی ہیں جو خود اپنی قابلیتوں کا انکار کرتی ہیں۔ اگر کسی سانسی یا چوہڑے سے کہو کہ تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے ایک برہمن تو وہ فوراً کہہ اُٹھے گا کہ نہیں جی ہم ان کا مقابلہ کہاں کر سکتے ہیں خدا نے انہیں معزز پیدا کیا ہے۔ اور چونکہ وہ اپنی قابلیت کا انکار کر دیتے ہیں اس لئے ناکام ہی رہتے ہیں۔ ہماری جماعت کے بھی بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر انہیں کہا جائے کہ تبلیغ کرو تو وہ کہہ دیتے ہیں ہم میں قابلیت نہیں یا پھر یہ کہ ہماری سنتا کوئی نہیں۔ پھر بعض لوگ دنیا میں ایسے بھی ملتے ہیں جو رحمانیت کے منکر ہو کر مایوس ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کس طرح کام شروع کریں سامان نہیں

ہیں۔ دنیا میں خدا تعالیٰ نے کتنی نعمتیں پیدا کی ہیں مگر وہ یہی کہیں گے کہ سامان نہیں۔ بعض اپنی جماعت کے دوست بھی اسی طرح کہہ دیتے ہیں جب ان سے تبلیغ کرنے کو کہا جائے تو وہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس کتابیں نہیں ہیں فلاں فلاں کتاب ہو تو پھر ہم تبلیغ کر سکتے ہیں۔ پہلے ذخائر جو موجود ہیں ان سے تو وہ کوئی فائدہ اُٹھاتے نہیں لیکن نیا لٹریچر نہ ملنے کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح میں نے بعض نادانوں سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اخبارات میں تو کچھ ہوتا ہی نہیں اور ان کے پڑھنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ میں نے تو ان کو ہمیشہ یہی جواب دیا ہے کہ مجھے تو ان سے فائدہ پہنچ جاتا ہے تمہاری عقل معلوم نہیں کیسی ہے کہ تمہیں ان سے کچھ حاصل نہیں ہوتا تو یہ سب باتیں سامان کا انکار ہے۔ پھر بعض کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں فُرصت نہیں حالانکہ یہ بالکل فضول بات ہے اور اس کے معنے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کا دل نہیں چاہتا۔ کچھ الفاظ لوگوں نے ایسے وضع کر لئے ہیں جن کی آڑ میں اپنی کمزوری کو چُھپا سکیں وگرنہ ایسا کہنے والے سَو میں سے شاید ہی ایک آدمی ایسا ہو جسے فی الواقع فُرصت نہ ہو مگر ننانوے ایسے ہیں جن کا دل نہیں چاہتا مگر اپنے نفس کو شرمندگی سے بچانے کیلئے یہ لفظ انہوں نے بنایا ہوُا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں بہت کام رہتے ہیں لیکن اگر ان کے ساتھ چوبیس گھنٹہ رہ کر دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بارہ گھنٹے ضرور ہی ضائع کرتے ہیں۔ کبھی کہیں بیٹھے باتیں کرتے رہیں گے کبھی گھر میں لیٹے رہیں گے لیکن اگر کام کے لئے کہا جائے تو یہی کہہ دیں گے کہ ہمیں بالکل فُرصت نہیں ملتی تو یہ ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی کوئی نہیں۔ پھر بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ محنت بھی کرتے ہیں مگر ان کے دل میں یقین اور اعتماد نہیں ہوتا کہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔ بعض لوگ تبلیغ کر کے دوسروں کو تنگ کر دیتے ہیں مگر خیال یہی کرتے ہیں کہ ہماری کون مانتا ہے۔ اور جب پہلے فرض ہی یہی کر لیا جائے کہ ہماری کوئی نہیں مانے گا تو کامیابی کیا خاک ہوگی۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ[۲] یعنی میرا بندہ مجھ سے جیسی توقع رکھے میں اس سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ بعض اوقات بندہ کہتا ہے میں مر گیا تو فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہاں مر گیا۔ وہ کہتا ہے مجھ پر سخت آفت آئی ہے تو فرشتے بھی کہہ دیتے ہیں کہ اچھا آ گئی۔

تو بہت لوگ یہاں آ کر فیل ہو جاتے ہیں بلکہ کثرت سے اسی طرح فیل ہوتے ہیں کہ انہیں

خدا تعالیٰ پر یقین اور اعتماد نہیں ہوتا کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہم ناکام نہیں رہیں گے اس یقین اور ایمان کی کمی انسان کو نکّما کر کے رکھ دیتی ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگ اَن پڑھ اور جاہل ہوتے ہیں مگر ان کے اندر ایسا یقین اور ایمان ہوتا ہے جو خدا کی محبت کو کھینچ لیتا ہے اور ان کے اندر ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جو بات کرتے ہیں دوسرا خواہ مخواہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ سچا ہے۔ مگر ایک اور انسان جس کے اندر یہ یقین اور ایمان نہیں ہوتا وہ دلائل دے دے کر تھک جاتا ہے مگر دوسرا یہی سمجھتا ہے کہ یہ محض باتیں ہی باتیں ہیں حقیقت کچھ نہیں۔

تو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جو آخری انجام ہے وہی اکثر لوگوں کی ناکامی کا موجب ہو جاتا ہے اور یہاں پہنچ کرنا کام ہونے والے کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کوئی زینہ کے سرے پر پہنچ کر پھسلے اور یہ ظاہر ہے کہ سرے پر پہنچ کر نیچے گرنا سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ اگر ہماری جماعت کے دوست اپنے دلوں میں یہ یقین اور ایمان پیدا کریں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی بات پیش کریں اور سننے والا اُسے نہ مانے تو تھوڑے ہی دنوں میں وہ محسوس کریں گے کہ جو اثر دوسروں پر ہو رہا ہے وہ پہلے نہیں تھا۔ ضروری ہے کہ پہلے انسان کے اپنے دل میں ہی یقین پیدا ہو تب دوسرے پر بھی اس کا اثر ہوگا۔ جب اپنے دل میں ہی یہ یقین ہو کہ دوسرے پر اثر کس طرح ہوگا تو پھر کامیابی کس طرح ہو سکتی ہے؟ کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ گیہوں سے گیہوں پیدا ہوتا ہے مٹی کے ڈھیلے سے گیہوں ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔

پس یہ صورت ہے جس سے کامیاب ہونے کے لئے کام لینا چاہئے۔ یہ کہنا کہ ہم کامیاب نہیں ہوں گے انکسار نہیں بلکہ جھوٹ ہے۔ انکسار یہ ہے کہ لوگوں میں اپنی بڑائی نہ کی جائے یہ نہیں کہ خدا سے بھی یہی کہے کہ تُو میرا مددگار نہیں۔ ایک دفعہ غالباً پشاور کی جماعت جلسہ سے واپس جا رہی تھی ان میں ایک نابینا حافظ صاحب بھی تھے انہوں نے راستہ میں کہا کہ میں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ ایک شخص احمدی ہو اور رسول کریم ﷺ کے تمام احکام پر ایمان رکھتا ہو اور پھر وہ اپنے متقی ہونے میں شک کرے۔ بعض دوست ان سے لڑ رہے تھے کہ اس طرح کہنا ٹھیک نہیں بندے کو ہمیشہ انکساری کرنا چاہئے اور خدا سے ڈرنا چاہئے۔ اس مجلس میں ایک عالم بھی بیٹھے تھے ان سے اس مسئلہ میں فیصلہ کے لئے کہا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ میرے نزدیک ایسا کہنا کبر ہے۔ حافظ صاحب نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ اپنے آپ کو متقی نہیں کہتے انہوں نے کہا میں تو

نہیں کہتا۔ اس پر حافظ صاحب نے کہا کہ پھر میں تو آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا اور یہ جھگڑا چلتا رہا۔ دوسرے موقع پر وہ قادیان آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے متعلق ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ حافظ صاحب نے کہا وہ صحیح ہے۔ جب انسان خود اپنے آپ کو متقی نہ سمجھتا ہو تو خدا کیوں سمجھے گا۔ پس چاہئے کہ انسان پہلے اپنے آپ کو متقی بنانے کی کوشش کرے اور پھر اپنے آپ کو متقی سمجھے لیکن کوشش بہت ضروری ہے۔ مؤمن اور متقی دراصل ایک ہی نام ہے لوگ یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ کے فضل سے مؤمن ہیں مگر اپنے آپ کو متقی کہنے سے وہ ڈرتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اصل میں یقین ہی ہے جو انسان سے کام کرواتا ہے اس کے بغیر کامیابی محال ہے۔ اسے اپنے دل سے نکال دو تو تم محض ایک قشر اور چھلکا ہی رہ جاؤ گے لیکن اگر تقویٰ اپنے اندر پیدا کر و تو اگر قشر بھی رہ گئے ہو گے تو پھر تمہارے اندر روح پیدا ہو جائے گی کیونکہ اصل چیز بیج ہی ہے اس لئے اسے اپنے اندر پیدا کرنے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کرو۔ چھلکا اگر جل بھی چکا ہو تو پھر پیدا ہو جاتا ہے ظاہری قشر تلف ہو کر پھر پیدا ہو جاتے ہیں لیکن اگر جان نکل جائے تو اسے کوئی واپس نہیں لا سکتا۔ انسان کے اندر خدا تعالیٰ نے قابلیتیں پیدا کی ہیں چاہئے کہ وہ انہیں استعمال کرے اور محنت کرے لیکن ساتھ ہی یقین اپنے دل میں پیدا کرے کہ میرے کاموں میں خدا تعالیٰ میرا مددگار ہو گا اور جب اُس نے سچے دین کو اختیار کیا ہے تو ممکن نہیں کہ خُدا تعالیٰ اسے کامیاب نہ کرے۔

(الفضل ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

---

۱ الفاتحۃ: ۲ ۲ الفاتحۃ: ۴ ۳ الفاتحۃ: ۵

۴ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۱۵